سماعِ موتٰی !

ایک سوال کا جواب

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
اُستاذ ونگران شعبہ تخصص فقہ اسلامی جامعہ

محترم جناب مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کیا فرماتے ہیں (محدثین کرام)

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے، وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہاں تک کہ جانے والا اُٹھ کھڑا ہو جائے۔''

مفتی صاحب! اس روایت سے یہ دلیل لینا کہ ''ہر مردہ کے پاس جو مسلمان زیارت کے لیے آتا ہے وہ اسے دیکھتا بھی ہے اور اس سے مانوس بھی ہوتا ہے'' درست ہے؟

زید کہتا ہے کہ مردہ کے پاس جو بھی زیارت کے لیے آتا ہے، نہ ان کو یہ مردہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ان کا سلام سن سکتا ہے اور نہ ہی اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس بارے میں جتنی بھی روایتیں بیان کی جاتی ہیں وہ سنداً درست نہیں۔

جمہور علماء کرام کے نزدیک تحقیقی بات کیا ہے؟ رہنمائی فرمائیں، نوازش ہوگی۔

مستفتی: حافظ دلاور کوہاٹی، (بقلم: محمد شیراز حقانی)

الجواب حامداً و مصلیاً

سماعِ موتٰی کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا باہمی اختلاف رہا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سماعِ موتٰی کو ثابت قرار دیتے ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں، اس لیے دوسرے صحابہؓ و تابعینؒ بھی دو گروہ ہوئے ہیں، بعض اثبات کے قائل ہیں،

بعض نفی کے۔ اتنی بات تو صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں، لیکن یہ ثابت نہیں کہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتے ہیں، اس لیے سارے مالکی، شافعی، حنبلی اور احناف کی اکثریت اور اکابرینِ دیوبند کی اکثریت سماعِ موتٰی کی قائل ہے، سماعِ موتٰی کی طرح مردے کا سلام کا جواب دینا، مانوس ہونا، اور قبر پر آنے والے کو پہچاننا بھی جمہور علماء کے ہاں ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

’’عن أنس رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال : العبد إذا وضع قبرهٗ وتولّٰى وذهب أصحابه حتى إنهٗ ليسمع قرعَ نعالهم.‘‘ (الصحیح للبخاری، ج:۱،ص:۱۷۸، ط: قدیمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

’’إن الميت ليسمع حس النعال إذا ولوا عنه الناس مدبرين.‘‘

(شرح السنۃ، کتاب الجنائز، ج:۵،ص:۴۱۳، ط: المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

’’قال: ’’وإنه ليسمع خفق نعالهم إذا ولوا مدبرين.‘‘

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، ج:۲،ص:۶۵۴، ط: میرمحمد)

دوسری روایت میں ہے:

’’حدثني نافع أن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أخبرهٗ قال: اطلع النبي صلى اللّٰه عليه وسلم على أهل القليب ، فقال: وجدتم ما وعد ربكم حقا ، فقيل له: تدعو أمواتا فقال: ما أنتم بأسمع منهم ولكن لا يجيبون .‘‘ (الصحیح للبخاری، ج:۱،ص:۱۸۳، ط: قدیمی۔ کذا روی عن انسؓ فی سنن النسائی، ج:۱،ص:۲۹۲، ط: قدیمی۔ وعن ابن عباسؓ فی التفسیر الماثور، ج:۱۸،ص:۲۲، ط: دارالفکر۔ وعن موسی ابن عقبۃ فی دلائل النبوۃ، ج:۳،ص:۱۱۷، ط: دارالکتب العلمیۃ)

’’أحكام القرآن للجصاصؒ‘‘ میں ہے:

’’عن ابن عباسؓ ’’ما من أحد يمر قبر أخيه كان يعرفه في الدنيا فيسلّم عليه إلا رد اللّٰه عليه روحهٗ حتى يرد عليه السلام.‘‘ (احکام القرآن للجصاصؒ، ج:۳،ص:۶۵، ط: ادارۃ القرآن)

’’كتاب الروح‘‘ میں ہے:

’’عن عائشةؓ ’’ما من رجل يزور قبر أخيه ويجلس عنده إلا استأنس به ورد عليه حتى يقوم.‘‘ (کتاب الروح، ج:۱،ص:۵، ط: دارالکتب العلمیۃ)

’’مرقاة المفاتيح‘‘ میں ہے:

’’إذ ثبت بالأحاديث أن الميت يعلم من يكفنه ومن يصلي عليه ومن يدفنه.‘‘

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۱،ص:۱۹۸، ط: امدادیہ)

''حاشیۂ طحطاوی'' میں ہے:

''وقال ابن القيم: الأحاديث والآثار تدل على أن الزائر حين جاء علم به المزور وسمع سلامه وأنس به ورد عليه ، عام في حق الشهداء وغيرهم.''

(حاشیۂ طحطاوی، کتاب الصلاۃ، فصل فی زیارۃ القبور، ص:۶۲۰، ط: قدیمی)

''فيض الباري'' میں ہے:

''واعلم أن مسألة كلام الميت وسماعه واحدة ...أقول: والأحاديث في سمع الموات قد بلغت مبلغ التواتر ... فلا بد بالتزام السماع في الجملة .... فلذا قلت بالسماع في الجملة.'' (فیض الباری، ج:۱،ص:۴۶۷، ط: حجازی، قاہرہ)

''فتح الملهم'' میں شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

''والذي تحصلنا من النصوص والله أعلم أن سماع الموتٰى ثابت في الجمله بالأحاديث الكثيرة الصحيحة.'' (فتح الملہم، ج:۲،ص:۴۷۹، ط: ادارۃ القرآن)

''أحكام القرآن للتهانوی'' میں ہے:

''والذي ذكره في الروح من طوائف أهل العلم وذكر ابن عبد البر أن الأكثرين علی ذلک يعني سماعهم في الجملة هو الحق الحقيق بالقبول وإليه يرشد صيغة القرآن وشان النزول وبه تتوافق الروايات من الصحابةؓ والرسول وهو مختار مشايخنا.'' (احکام القرآن للتھانویؒ، ج:۳،ص:۱۶۵، ط: ادارۃ القرآن)

مفتی فریدؒ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں:

''واضح رہے کہ اکابر سماع الموتٰی کے متعلق باہم اختلاف رکھتے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ سماع الموتٰی راجح قول ہے۔'' (فتاویٰ فریدیہ، ج:۱،ص:۴۳۸)

مفتی محمودؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''بعض علماء عدمِ سماع کو راجح قرار دیتے ہیں اور بعض سماع کو، ہمارے ہاں قولِ ثانی راجح ہے۔'' (فتاوی مفتی محمودؒ، ج:۱،ص:۵۶۹، ط: جمعیت پبلشر)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد انعام الحق	ابوبکر سعید الرحمٰن	مدثر عباسی
الجواب صحیح	الجواب صحیح	متخصصِ فقہِ اسلامی
محمد شفیق عارف	رفیق احمد	جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

اضافہ وتفصیل از قلم مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب

’’سماعِ موتٰی‘‘......قرنِ اول سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، جس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف منقول ہو تو وہاں حق وہدایت کو کسی ایک جانب کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ہر دو جانب کے بارے میں حق وہدایت کا احتمال وگمان رکھنا دینی اقتضاء ہے۔ ایسے مسائل کو زیادہ سے زیادہ راجح و مرجوح کا مسئلہ قرار دیا جاسکتا ہے اور جس کے ہاں جو رائے راجح قرار پائے وہ صاحبِ رائے اپنی رائے کی وجوہِ ترجیح بیان کرسکتا ہے اور اپنا رجحان بھی بتاسکتا ہے۔ اگر کوئی صاحبِ رائے ایسے مسائل کے بارے میں اس حد سے آگے بڑھنا چاہے تو اُسے راہِ اعتدال سے متجاوز ومنحرف کہنے میں اصولِ شرع کے مطابق کوئی مانع نہیں ہوگا۔

سو ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک سماعِ موتٰی راجح ہے اور ان کے ہاں اس رجحان کی وجوہِ ترجیح مندرجہ ذیل ہیں:

۱:- عدمِ سماع پر جن نصوص سے استدلال کیا جاتا ہے وہ استدلال واضح اور صریح نہیں ہے، بالخصوص قرآن کریم کی آیت ’’إِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی‘‘ یا اس جیسی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے اور اس مضمون کی آیات کو عدمِ سماع کے اہم ترین اور مضبوط تر دلائل کے طور پر سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے، جبکہ ان آیات سے استدلال دو وجہوں سے مرجوح ہے:

ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایسی آیات میں ’’اِسماع‘‘ (سنانے) کی نفی ہے، ’’سماع‘‘ (سننے) کی نفی نہیں ہے۔ دعویٰ عدمِ سماع کا اور دلیل عدمِ اِسماع کی، دونوں کے درمیان مطابقت نہیں۔

دوسری وجہ اس استدلال کے ناتمام ہونے کی یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی قرآن کریم کے مخاطبین کا عدمِ سماع ذکر فرمایا گیا ہے، وہ بالاتفاق عدمِ استفادہ وعدمِ قبول سے کنایہ و استعارہ ہے۔ اس سے کسی نے عدمِ سماعِ عرفی مراد نہیں لیا، بلکہ اس نوع کے عدمِ سماع والے مخاطبین تو مادی کانوں کے مالک تھے، خوب سنتے تھے، بلکہ کبھی کبھار ناگواری کے اظہار کے لیے اپنی انگلیاں بھی اپنے کانوں میں ڈال لیا کرتے تھے، اس کے باوجود ایسے مخاطبین سے سماع کی نفی کا مطلب دعوتِ الٰہیہ کو قبول کرنے کے بجائے رد کرنا، اعراض کرنا اور استفادہ نہ کرنا ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ’’إِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی‘‘ میں زندہ مخاطبین کو مردوں کی مانند قرار دینا عدمِ استفادہ میں ہے، نہ کہ عدمِ سماع میں، کیونکہ عدمِ سماع کو اگر مشبہ بہ قرار دیا جائے تو پھر تشبیہ تام نہیں ہوسکتی، کیوں کہ منکرینِ سماع کے بقول مردہ تو سنتا ہی نہیں، جبکہ زندہ مخاطبین بحسن وخوبی سنتے ہیں، پھر وجہ تشبیہ سماعِ عرفی کی بجائے کچھ اور ہی ہوسکتی ہے، اور وہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک یہ ہے کہ جس طرح مردوں کے حق میں

دعوت مفید نہیں، اسی طرح ان ڈھیٹ مزاج مخاطبین کے حق میں بھی دعوت مفید نہیں ہے۔ دعوت قبول کرنے کے لیے مُردوں کا اختیار ختم ہو چکا ہے اور آپ کے مخاطبین اپنے اختیار کو صحیح استعمال نہیں کر رہے، عدمِ استفادہ دونوں میں قدرِ مشترک ہے۔

۲:- قرآن کریم میں مُردوں کے عرفی سماع یا عدمِ سماع کا صراحت کے ساتھ کہیں بھی ذکر نہیں ہے، جہاں سے جتنا استدلال کیا جاتا ہے وہ استدلال مع الاحتمال سے زیادہ قوت واہمیت کا حامل نہیں ہے، اس لیے زیرِ بحث قضیے میں ذخیرۂ احادیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ ذخیرۂ احادیث میں یہ امر مکمل وضاحت کے ساتھ ملتا ہے اور زیادہ تر بلکہ پوری وضاحت کے ساتھ یہ بیان پایا جاتا ہے کہ عوام وخواص، تمام اموات فی الجملہ سنتے ہیں۔ قلیبِ بدر، قرعِ نعال اور احادیثِ سلام وغیرہا میں سماعِ موتٰی کا موقف پوری وضاحت، صراحت اور جد کے ساتھ مذکور ہے۔ ایسی تمام روایات کے مضمون کا جائزہ لیتے ہوئے محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں تواتر کے درجہ تک پہنچایا ہے اور اسی بنا پر اپنا اور اپنے مشائخ کا راجح مسلک سماعِ موتٰی کا نقل فرمایا ہے، چنانچہ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''أقول: والأحاديثُ في سماع الأمواتِ قد بلغت مَبْلَغَ التواتر. وفي حديثٍ صحّحه أبو عمرو: أن أحدًا إذا سَلَّم على الميتِ فإنه يَرُدُّ عليه، ويعرِفُهُ إن كان يَعْرِفُهُ في الدُّنيا - بالمعنى - وأخرجه ابن كثير أيضًا وتردَّد فيه، فالإنكار في غير مَحَلِّه، ولا سيما إذا لم يُنقل عن أحدٍ من أئمتنا رحمهم الله تعالٰى، فلا بد من التزام السماع في الجملة، وأما الشيخ ابن الهمام رحمه الله تعالٰى فجعلَ الأَصْلَ هو النَّفي، وكلَّ مَوْضِع ثبت فيه السَّماعُ جَعَلَهُ مستثنًى ومقتصِرًا على المَوْرد.

قلت: إذن ما الفائدة في عُنوان النَّفي؟ وما الفَرق بين نفي السَّماع، ثُم الاستثناء في مواضِعَ كثيرةٍ، وادعاء التَّخصيص، وبين إثبات السَّماع في الجملة مَعَ الإقرار بأنا لا ندري ضوابطَ أسماعِهم، فإنَّ الأحياءَ إذا لم يَسْمَعُوا في بَعْضِ الصُّوَرِ فمن ادَّعى الطَّرْد في الأموات، ولذا قلتُ بالسماع في الجملة، بقي القرآنُ فأَمْرُه صَعْبٌ، قال تعالٰى: ''إِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' (النمل:۸۰)، وقال: ''وما أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ'' (فاطر: ۲۲)، وهو بظاهِرِه يدلُّ على النَّفي مُطلقًا، فقيل بالفرق بين السَّماع والإِسماع، والمَنفي هو الثاني دون الأول، والمطلوبُ هو الأوَّل دونَ الثاني، وأجاب عنه السّيوطي:

سماعُ مَوْتى كلام الخلْقِ قاطبةً
قد صَحَّ فيها لنا الآثارُ بالكُتُبِ
وآيةُ النفي معناها سَمَاعُ هدىً
لا يَسْمَعُون ولا يُصْغون للأَدَبِ

قلت : نَزَل الشيخُ رحمه اللّٰه تعالٰى فيها على الغَرض. وحاصل الآية على طَوْره: أنَّ هؤلاء الكفارَ كالمَوْتى، فلا تَنْفع هدايتُک فيهم، لأن نَفْعها إنَّما كان في حياتِهم و قد مَضى وَقْتُها، كذٰلک، هؤلاء وإنْ كانوا أحياء إلَّا أنَّ هدايتَک غيرُ نافعة لهم، لكونِهم مِثْلَ الأمواتِ في عدم الانتفاع، فليس الغرضُ منه نفيَ السماع بل نفي الانتِفاع. قلت: عدمُ السَّماع والسَّمْع والاستِماع كُلّها بمعنى عَدَم العمل، لأنَّ السَّمْع يكونُ للعمل، فإذا لم يَعْمَل به فكأنَّه لم يَسْمَعْه، تَقولُ، قلتُ له مرارًا أن لا يتركَ الصلاةَ ، لكنهُ لا يَسْمَعُ كلامي، أي لا يعمل به، يُقال في الفارسية نشنود، يعنى عمل نمى كند، فلو قال الشيخ رحمه اللّٰه تعالٰى: إنَّ مَن في القبور لا يعملُون لدخل الكلامُ في اللغة، ولم يبق تأويلا، بل الأحسنُ أن يُقال: ''مانتے نہیں'' فإن قلت: إنَّ الأمواتَ إذا ثبَت لهم السَّماعُ، فهل لهم الانتفاع به أيضًا أو مجردُ سماعِ الصوتِ فقط.'' (فیض الباری، باب قول المیت وہو علی الجنازۃ: قدمونی: ۳/۴۲، ط: علمیہ)

۳:-سماعِ موتٰی کے مسئلہ کا بہترین تجزیہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں پیش فرمایا ہے، اہلِ علم کے لیے وہ بھی مناسب رہنمائی ہے۔ حضرت کے فتوی کا حاصل یہ ہے کہ زیرِ بحث مسئلہ میں تین اُمور کو جداگانہ انداز میں غور کیا جائے تو اہلِ علم علمی اُلجھن کا شکار نہیں ہوں گے اور اگر علماء بحث کرنا چاہیں تو انہیں منقح علمی بحث میں مدد بھی ملے گی۔ فرماتے ہیں کہ: یہاں

ایک امر ہے: ''استماعِ موتٰی'' دوسرا امر ہے: ''اِسماعِ موتٰی''
تیسرا امر ہے: ''سماعِ موتٰی''

(الف) ''استماعِ موتٰی'' کا مطلب ہے مردہ اپنے اختیار وارادہ سے جب چاہے جس کے بارے میں چاہے اس کا کلام سن سکتا ہے، اس کا شاید کوئی بھی قائل نہیں۔

(ب) ''اِسماعِ موتٰی'' کا مطلب ہے کہ سنانے والا جب چاہے، جو چاہے وہ ہر حال میں ہر مردے کو سنانے کی قدرت وطاقت رکھتا ہے، اس کا بھی بظاہر اس دنیا میں کوئی مسلمان قائل نہیں، بلکہ اسماع کی نفی، نصِ قرآنی کی عبارت ''إِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' سے ثابت ہے، یہ نفی قرآن میں متعدد مقامات پر موجود ہے، اس خطاب کے مخاطب خود صاحبِ وحی تھے، جب نبی مرسل سے اسماع (سنانے) کی نفی ہے تو کسی اور کی کیا مجال ہے کہ وہ اپنے اختیار ومنشا کے تحت کسی مردے کو سنا سکے، یہ منصوصی ہدایت کے منافی ہے۔

(ج) رہا ''سماعِ موتٰی''، اس کے بارے میں قرآن کریم کا کوئی واضح صریح بیان نہیں ملتا، جن آیات سے بالعموم سماعِ موتٰی کی نفی پر استدلال کیا جاتا ہے وہ ایک تو اسماعِ موتٰی کے بیان پر مشتمل ہیں جن کا کوئی قائل ہی نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ عالمِ برزخ کو عالمِ مشاہدہ پر قیاس کرنا بھی درست نہیں ہے۔ (۱)

۴:- البتہ احادیث میں یہ بیان اپنے اختلافی نقطہائے نظر کے ساتھ موجود ہے، اس لیے سماعِ موتٰی کے مسئلے کو احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے، کہیں اور سے استدلال مفید یا مناسب نہیں ہے۔ اور احادیث میں ''سماعِ موتٰی'' کو جتنا صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے، سماعِ موتٰی کی نفی اس درجہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ مذکور نہیں ہے۔ اس لیے احادیثِ مبارکہ کی رو سے سماعِ موتٰی کا موقف زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

اس بات کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ سماعِ موتٰی کی نفی میں سب سے جلی موقف حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے، جن سے خود میت کو سلام کرتے وقت ردِ روح کی روایت بھی منقول ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روضۂ اطہر کے احاطے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد پردے کا اہتمام بھی فرماتی تھیں، جو کہ فی الجملہ ''سماع'' کے امکان بلکہ میت کی طرف سے رویت کے اثبات کی دلیل بھی ہے۔ (۲)

۵:- ہمارے مشائخ کے ہاں سماعِ موتٰی کا مسئلہ جب راجح ومرجوح کا مسئلہ ہے تو ایسے مسائل میں ترجیحی وجوہ کو خارجی عوارض اور ماحولیاتی عوامل کے تناظر میں بھی جانچا جاسکتا ہے، فی زمانہ اگر دیکھا جائے تو اعتزالِ قدیم کی مختلف نئی شکلیں وجود پذیر ہیں، جن کے ہاں شرعی مسائل کے قبول یا رد کے لیے عقلی معیاروں کو آخری حکم قرار دیا گیا ہے۔ اس بابت نصوص جس پائے کی بھی ہوں، ان کا بیان کتنا ہی صریح کیوں نہ ہو اعتزالِ جدید (عقل پرست طبقہ) ایسی روایات کو بے معنی اور ان کے مطالب و مدلولات کو افسانہ قرار دیتا ہے اور یہ طبقہ' قبر کی حقیقت، اس کے احوال، جزا وسزا، قیامِ قیامت، دوزخ اور بہشت جیسے تمام حقائق کو حق ماننے کے لیے عقل کی کسوٹی قائم کیے ہوئے ہے، ایسے ماحول ومزاج میں ان روایات ونصوص اور آثار واقوال کو راجح قرار دینا زیادہ مناسب وموزوں ہے، جو قبر کی حقیقت، قبر کی زندگی، اس کی جزا وسزا کی واقعیت کو ثابت کر رہی ہوں، اس لیے فی زمانہ ضرورت اس امر کی ہے کہ قبر کی زندگی اور اس کے متعلقہ حقائق کو عقل پرستوں کی عقلیاتی زور آزمائی سے بچانے کے لیے قبر کی زندگی اور اس کے لوازم ثابت کرنے والی روایتی رائے اور اس کی بنیاد بننے والی نصوص کو راجح قرار دیا جائے، یہ ترجیح مقتضائے شرع کے عین موافق ہے، چنانچہ قبر میں مردے کے سننے، سلام کا جواب دینے اور آنے جانے والوں کو پہچاننے کا موقف' قبر کی زندگی اور اس کے لوازم کو ثابت کرنے میں فی زمانہ بہترین ذریعہ ہے، بلکہ ذریعہ کے درجہ میں ناگزیر موقف بھی کہہ سکتے ہیں۔

۶:- سماعِ موتٰی کی نفی پر ماضی قریب یا بعید میں جن اہلِ علم نے زور دیا ہے، ان کے بارے میں حسنِ ظن پر مبنی رائے قائم کی جائے تو وہ یہ ہے کہ ان اہلِ علم کا یہ مؤقف غلبۂ توحید کی وجہ سے شرکیہ

اوہام کے قطع کے تحت تھا، ظاہر ہے کہ توحید کے مقابلے میں شرک کا معاملہ انتہائی سنگین نوعیت کا ہے، قبر پرستی، مردوں کے بارے میں خدائی اختیارات وتصرفات کے اعتقاد کے تحت نداء و پکار کی سنگینی، کسی حد تک شدت کی متقاضی بھی ہوسکتی ہے۔

یہ شدت اگر نفیِ شرک کی حد تک رہتی تو اس کا حکم اور ہوتا، مگر یہ شدت سماعِ موتٰی کی رائے کی مرجوحیت سے نکل کر اس رائے کی بنیاد بننے والی روایات کی ہر طرح سے نفی اور اس رائے کے حاملین پر شرک وکفر کے فتوی تک جا پہنچی، جو شرعی مسئلے میں شرعی اقتضاء کی بجائے ایمانی خطرہ بن گئی، حالانکہ یہ شدت پسند اہلِ علم بھی جانتے ہیں کہ سماعِ موتٰی کے قائلین اہلِ علم میں سے از اول تا حال کوئی بھی اس بنیاد پر سماعِ موتٰی کا قائل نہیں ہے کہ وہ بت پرستانہ نظریہ کے تحت اہلِ قبور سے حاجت روائی کی استدعا کرتا ہو، بلکہ اس طبقے کے صوفیاء اہلِ علم زیادہ سے زیادہ استفاضہ کے قائل ہوتے ہیں، جبکہ استفاضہ تو مخصوص اہلِ قبور سے ہوتا ہے، عام اموات سے تو نہیں ہوتا، اگر ہماری شدت پسندی کے پیشِ نظر محض نفیِ شرک ہوتی تو پھر محض استفاضہ کی نفی پر زور دینا چاہیے تھا، سماعِ موتٰی کی ثابت شدہ روایات کے انکار یا نامناسب رد کی صورت میں تنازع کھڑا کرنا تو قطعاً مناسب نہیں تھا، اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ماضی میں ہمارے جو اہلِ علم توحید بیانی کی شہرت کے ساتھ دنیا سے گزرے ہیں وہ سب تقریباً صاحبِ نسبت صوفیاء تھے اور صوفیاء استفاضہ کا انکار کر ہی نہیں سکتے، ہاں! نوعیت اور تعبیر کا فرق ہوسکتا ہے۔

الغرض سماعِ موتٰی کی نفی فی زمانہ جن لوگوں کا مشغلہ ہے وہ محض ایک علمی رائے اور روایاتِ سلف کا مقتضاء ہونے سے زیادہ شدت پسندی اور کئی مسلمہ حقائق کی نفی یا پامالی پر منتج ہورہی ہے، مقابلے میں سماعِ موتٰی کی رائے بالخصوص علماء حق علمائے دیوبند اور ان کے پیروکاروں کے ہاں کسی شرکیہ عقیدے یا مشرکانہ مقاصد کے لیے نہیں، بلکہ ان نصوص وروایات کے مقتضاء کے طور پر ہے جو قرنِ اول سے تا حال جمہور اہلِ علم کے نزدیک راجح اور قوی چلی آرہی ہے، اس لیے ہم سماعِ موتٰی کی رائے اور اس کے دلائل کو راجح سمجھتے ہیں۔

بایں ہمہ ہم اپنی رائے اور اس کے دلائل کی تمام تر ترجیحات پر یقین کامل ہونے کے باوجود اس موقف کو اپنا اول وآخر موضوع نہیں سمجھتے، اس پر دینِ اسلام کے ارکان میں سے کسی رکن کے قیام و بقاء کا عقیدہ نہیں رکھتے، اس لیے ہم خود بھی اور دوسری سمت کے انتہاء رساں احباب سے بھی یہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس وقت اُمتِ مسلمہ بالعموم اور مسلکِ حق مسلکِ دیوبند سے نسبت رکھنے والے علماء کرام بالخصوص سماعِ موتٰی کے مسئلہ سے بڑھ کر کئی سنگین مسائل کی زد میں ہیں، ہمیں قومی وبین الاقوامی سطح کے طوفانی مسائل کے سامنے متحد اور سینہ سپر ہونے کی ضرورت ہے، اہلِ علم کو چاہیے کہ وہ عوام کے

درمیان فرائض اور ارکان کی بابت پائی جانے والی بیماریوں کے علاج کے در پے ہوں۔ ان کمزوریوں کی اصلاح کے لیے اپنی توانائیاں صرف فرمائیں اور موت پر یقین کامل رکھتے ہوئے موت کے بعد پوچھے جانے والے عقائد و اعمال کی فکر کریں اور اس فکر کو زندہ کروائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قبر وقیامت کی اچھی تیاری ہوسکی تو سماعِ موتیٰ کا مسئلہ یہاں سے زیادہ قبر میں اچھے طریقے سے سمجھ آجائے گا، ان شاء اللہ!

اللّٰہم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه
وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وعلی آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین

حوالہ جات

ا:- فتاویٰ محمودیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

''یہاں تین چیزیں غور طلب ہیں: ایک اسماع، دوم استماع، سوم سماع۔ اسماع کی نفی صراحۃً کلام اللہ شریف میں مذکور ہے: ''إِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی '' اور ''وما أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِيْ الْقُبُوْرِ '' یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود مردوں کو نہیں سنا سکتے، تا بدیگراں چہ رسد۔ استماع کا حاصل یہ ہے کہ مردے کان لگا کر خود کسی کی بات سنیں۔ جب جسم سے روح جدا ہوجائے، تو یہ جسم کا کان نہیں سن سکتا، کیونکہ اصل ادراک کرنے والی چیز روح ہے اور قوتِ سامعہ اس کے لیے آلۂ ادراک ہے، جب روح نے اس جسم کو اور اس جسم میں لگے ہوئے آلات کو ترک کردیا، تو اس کے لیے یہ آلات کارآمد نہیں ہیں۔ جس طرح میت قوتِ باصرہ، لامسہ، باطشہ وغیرہ سے کام نہیں لے سکتی، اسی طرح قوتِ سامعہ سے بھی کام نہیں لے سکتی، وھٰذا ظاھر لا یخفٰی ۔ سماع کا حاصل یہ ہے کہ کوئی خارجی آواز اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے میت کو ادراک کرادیں جس میں نہ صاحبِ صوت کو دخل ہو، نہ میت کو، تو یہ بالکل ممکن ہے، حق تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں، اس کے لیے شواہدِ کثیرہ موجود ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر ساتھی لوٹتے ہیں تو: ''إنه لیسمع قرع نعالھم ''۔ اس میں نہ میت کے کان لگانے اور اختیار کو دخل ہے، نہ اصحابِ نعال کے اِسماع اور میت تک آواز پہنچانے کا دخل ہے، اس کے باوجود سماع ثابت ہے۔ قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنا مسنون ہے، اتنی کثیر مٹی کے اندر مدفون میت تک اس معمولی آواز کا پہنچا دینا صاحبِ آواز کے قابو سے باہر ہے، اس کے باوجود سماع ثابت ہے، إلٰی غیر ذٰلک من الروایات ۔ عالم برزخ کو عالم مشاہدہ پر قیاس کرکے محض عقلی طور پر کوئی قطعی بات ثابت کرنا بھی مشکل ہے، لأن قیاس الغائب علی الشاھد لا یجوز کما صرح به الرازي إمام المتکلمین في مواضع لا تحصٰی ، جن روایات سے نفی معلوم ہوتی ہے، وہاں استماع کی نفی ہے، نہ کہ سماع کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاویٰ محمودیہ:ا/۵۵-۵۵۳، ط: جامعہ فاروقیہ)

۲:- دونوں روایات ملاحظہ ہوں:

''عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ – صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – : مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُوْرُ قَبْرَ أَخِيْهِ وَيَجْلِسُ عِنْدَهُ إِلَّا اسْتَأْنَسَ بِهٖ وَرَدَّ عَلَيْهِ ، حَتّٰى يَقُوْمَ. '' (کتاب القبور لابن ابی الدنیا القرشی، باب معرفۃ الموتٰی بزیارۃ الاحیاء، ص:۲۰۱، ط: مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ النبویۃ۔ تفسیر ابن کثیر:۶/ ۳۲۵، دار طیبۃ للنشر والتوزیع۔ الروح - ابن قیم الجوزیۃ:۱/ ۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ مسند أحمد بن حنبل-:۶/۲۰۲، مؤسسۃ قرطبۃ - القاہرۃ)

=''عن عائشةؓ قالت : كنت أدخل بيتي الذي دفن فيه رسول الله صلى الله عليه و سلم وأبي فأضع ثوبي، فأقول: إنما هو زوجي وأبي، فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلت إلا وأنا مشدودة على ثيابي حياء من عمرؓ. '' (المستدرک علی الصحیحین للحاکم مع تعلیقات الذہبی فی التلخیص :۳/۶۳، دار الکتب العلمیۃ ۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد محقق:۷/ ۳۳۵، دار الفکر بیروت)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ....